

النَّبِيُّونَ مِنْ رَبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ﴿١٣﴾ فَإِنْ أَمْنُوا بِمِثْلِ مَا أَمْنَتُمْ بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوْا وَإِنْ تَوَلُّوا فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٍ فَسِيرُكُفِيْكُمْ اللَّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿١٤﴾ صِبْغَةُ اللَّهِ وَمَنْ أَحْسَنْ مِنَ اللَّهِ صِبْغَةً زَوَّنَحْنُ

ان کے رب کی طرف سے دی گئی تھی۔ ہم ان کے درمیان کوئی تفریق نہیں کرتے [۱۳۵] اور ہم اللہ کے مسلم ہیں۔“ پھر اگر وہ اسی طرح ایمان لا سیں، جس طرح تم ایمان لائے ہو، تو ہدایت پر ہیں، اور اگر اس سے منہ پھیریں، تو کھلی بات ہے کہ وہ ہٹ دھرمی میں پڑ گئے ہیں۔ لہذا اطمینان رکھو کہ ان کے مقابلے میں اللہ تمہاری حمایت کے لیے کافی ہے۔ وہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔

کہو: ”اللہ کا رنگ اختیار کرو۔“ [۱۳۶] اس کے رنگ سے اچھا اور کس کا رنگ ہوگا؟ اور ہم

[۱۳۶] پیغمبروں کے درمیان تفریق نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم ان کے درمیان اس لحاظ سے فرق نہیں کرتے کہ فلاں حق پر تھا اور فلاں حق پر نہ تھا یا یہ کہ ہم فلاں کو مانتے ہیں اور فلاں کو نہیں مانتے۔ ظاہر ہے کہ خدا کی طرف سے جتنے پیغمبر بھی آئے ہیں، سب کے سب ایک ہی صداقت اور ایک ہی راہ راست کی طرف بلانے آئے ہیں۔ لہذا جو شخص صحیح معنی میں حق پرست ہے، اس کے لیے تمام پیغمبروں کو برحق تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں۔ جو لوگ کسی پیغمبر کو مانتے اور کسی کا انکار کرتے ہیں وہ حقیقت میں اس پیغمبر کے بھی پیروں نہیں ہیں، جسے وہ مانتے ہیں، کیونکہ انہوں نے دراصل اس عالمگیر صراط مستقیم کو نہیں پایا ہے، جسے حضرت موسیٰ یا عیسیٰ یا کسی دوسرے پیغمبر نے پیش کیا تھا، بلکہ وہ شخص باپ دادا کی تقید میں ایک پیغمبر کو مان رہے ہیں۔ ان کا اصل مذہب نسل پرستی کا تعصب اور آباء و اجداد کی اندھی تقید ہے، نہ کسی پیغمبر کی پیروی۔

[۱۳۷] اس آیت کے دو ترجیح ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ ”ہم نے اللہ کا رنگ اختیار کر لیا“، دوسرے یہ کہ ”اللہ کا رنگ اختیار کرو۔“ میسیحیت کے ظہور سے پہلے یہودیوں کے ہاں یہ رسم تھی کہ جو شخص ان کے مذہب میں داخل ہوتا، اسے غسل دیتے تھے اور اس غسل کے معنی ان کے ہاں یہ تھے کہ گویا اس کے گناہ دھل گئے اور اس نے زندگی کا ایک نیا رنگ اختیار کر لیا۔ یہی چیز بعد میں میسیحیوں نے اختیار کر لی۔ اس کا اصطلاحی نام ان کے ہاں اصطباغ (پتسمہ) ہے اور یہ اصطباغ نہ صرف ان لوگوں کو دیا جاتا ہے جو ان کے مذہب میں داخل ہوتے ہیں، بلکہ بچوں کو بھی دیا جاتا ہے۔ اسی کے متعلق قرآن کہتا ہے، اس رسمی اصطباغ میں کیا رکھا ہے؟ اللہ کا رنگ اختیار کرو، جو کسی پانی سے نہیں چڑھتا، بلکہ اس کی بندگی کا طریقہ اختیار کرنے سے چڑھتا ہے۔

لَهُ عِبْدُونَ ۝ قُلْ أَتُحَاجُّونَا فِي اللَّهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۝
وَلَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ ۝ وَنَحْنُ لَهُ مُخْلُصُونَ ۝ أَمْ
تَقُولُونَ إِنَّا إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطَ
كَانُوا هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ ۝ قُلْ إِنَّمَا أَعْلَمُ أَمْرُ اللَّهِ ۝ وَمَنْ
أَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهُ مِنَ اللَّهِ ۝ وَمَا اللَّهُ بِغَايِلٍ

اسی کی بندگی کرنے والے لوگ ہیں۔“

اے نبی! ان سے کہو: ”کیا تم اللہ کے بارے میں ہم سے جھگڑتے ہو؟ حالانکہ وہی ہمارا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی۔“ [۱۳۸] ہمارے اعمال ہمارے لیے ہیں، تمہارے اعمال تمہارے لیے، اور ہم اللہ ہی کے لیے اپنی بندگی کو خالص کر چکے ہیں۔ [۱۳۹] یا پھر تمہارا کہنا یہ ہے کہ ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور اولاد یعقوب سب کے سب یہودی تھے یا نصرانی تھے؟“ کہو ”تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ؟“ [۱۴۰] اس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہوگا، جس کے ذمے اللہ کی طرف سے ایک گواہی ہو اور وہ اسے چھپائے؟ تمہاری حرکات سے

[۱۳۸] یعنی ہم یہی تو کہتے ہیں کہ اللہ ہی ہم سب کارب ہے اور اسی کی فرمان برداری ہوئی چاہیے۔ کیا یہ بھی کوئی ایسی بات ہے کہ اس پر تم ہم سے جھگڑا کرو؟ جھگڑے کا اگر کوئی موقع ہے بھی، تو وہ ہمارے لیے ہے، نہ کہ تمہارے لیے، کیونکہ اللہ کے سوادوسروں کو بندگی کا مستحق تم ٹھیکرا رہے ہونے کہ ہم۔

”أَتُحَاجُّونَا فِي اللَّهِ“ کا ایک ترجمہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ”کیا تمہارا جھگڑا ہمارے ساتھ فی سَبِّيلِ اللَّهِ ہے؟“ اس صورت میں مطلب یہ ہو گا کہ اگر واقعی تمہارا یہ جھگڑا نفسانی نہیں ہے، بلکہ خداوسطے کا ہے، تو یہ بڑی آسانی سے طے ہو سکتا ہے۔

[۱۳۹] یعنی تم اپنے اعمال کے ذمے دار ہو اور ہم اپنے اعمال کے۔ تم نے اگر اپنی بندگی کو تقسیم کر رکھا ہے اور اللہ کے ساتھ دوسروں کو بھی خدائی میں شریک ٹھیکرا کر ان کی پرستش اور اطاعت بجالاتے ہو، تو تمہیں ایسا کرنے کا اختیار ہے، اس کا انجام خود دیکھ لو گے۔ ہم تمہیں زبردستی اس سے روکنا نہیں چاہتے۔ لیکن ہم نے اپنی بندگی، اطاعت اور پرستش کو بالکل اللہ ہی کے لیے خالص کر دیا ہے۔ اگر تم تسلیم کرلو کہ ہمیں بھی ایسا کرنے کا اختیار ہے، تو خواہ مخواہ کا یہ جھگڑا آپ ہی ختم ہو جائے۔

[۱۴۰] یہ خطاب یہود و نصاریٰ کے ان جاہل عوام سے ہے جو واقعی اپنے نزدیک یہ سمجھتے تھے کہ یہ جلیل القدر انہیاء سب کے سب یہودی یا عیسائی تھے۔

عَمَّا تَعْمَلُونَ ۝ تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۝ لَهَا مَا كَسَبَتْ
 وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ ۝ وَلَا تُسْعَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝
 سَيَقُولُ الْسُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمْ
 الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا قُلْ لِلَّهِ الْمَسْرِقُ وَالْمَغْرِبُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ
 إِلَى صَرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝ وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شَهَادَةً

اللہ غافل تو نہیں ہے [۱۳۱]۔ وہ کچھ لوگ تھے جو گزر چکے۔ ان کی کمائی ان کے لیے تھی اور تمہاری کمائی تمہارے لیے۔ تم سے ان کے اعمال کے متعلق سوال نہیں ہو گا۔“ ع

نادان لوگ ضرور کہیں گے: انھیں کیا ہوا کہ پہلے یہ جس قبلے کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے، اس سے یا کیک پھر گئے؟ [۱۳۲] اے نبی، ان سے کہو: ”مشرق اور مغرب سب اللہ کے ہیں۔ اللہ جسے چاہتا ہے، سیدھی راہ دکھادیتا ہے۔“ [۱۳۳] اور اسی طرح تو ہم نے تم مسلمانوں کو ایک ”امت وسط“ بنایا ہے، تاکہ تم دنیا کے لوگوں پر

[۱۳۱] یہ خطاب ان کے علماء سے ہے، جو خود بھی اس حقیقت سے ناواقف نہ تھے کہ یہودیت اور عیسائیت اپنی موجودہ خصوصیات کے ساتھ بہت بعد میں پیدا ہوئی ہیں، مگر اس کے باوجود وہ حق کو اپنے ہی فرقوں میں محدود سمجھتے تھے اور عوام کو اس غلط فہمی میں بتارکھتے تھے کہ انبیاء کے متوں بعد جو عقیدے، جو طریقے اور جو اجتہادی ضابطے اور قاعدے ان کے فہماء، صوفیہ اور متکلمین نے وضع کیے، انہیں کی پیروی پر انسان کی فلاح اور نجات کا مدار ہے۔ ان علماء سے جب پوچھا جاتا تھا کہ اگر یہی بات ہے، تو حضرت ابراہیم، اسحاق، یعقوب وغیرہ انبیاء علیہم السلام آخ تمہارے ان فرقوں میں سے کس سے تعلق رکھتے تھے، تو وہ اس کا جواب دینے سے گریز کرتے تھے، کیونکہ {وہ یہ تو کہہ نہیں سکتے تھے} کہ ان بزرگوں کا تعلق ہمارے ہی فرقے سے تھا۔ {دوسری طرف وہ حقیقت واقعی کا علاویہ اعتراض بھی نہیں کر سکتے تھے} کیوں کہ اس خاص صورت میں ان کی جدت ہی ختم ہوئی جاتی تھی۔

[۱۳۲] نبی ﷺ بھرت کے بعد مدینہ طیبہ میں سولہ یا سترہ مہینے تک بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے رہے۔ پھر کبھی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم آیا، جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

[۱۳۳] یہ ان نادانوں کے اعتراض کا پہلا جواب ہے۔ ان کے دماغ تنگ تھے، نظر محدود تھی، سمت اور مقام کے بندے بنے ہوئے تھے۔ ان کا گمان یہ تھا کہ خدا کسی خاص سمت میں مقید ہے۔ اس لیے سب سے پہلے ان کے جاہلانہ اعتراض کی تردید میں یہی فرمایا گیا کہ مشرق اور مغرب سب اللہ کے ہیں۔ کسی سمت کو قبلہ بنانے کے معنی یہ نہیں ہیں کہ اللہ اسی طرف ہے۔ جن لوگوں کو اللہ نے ہدایت بخشی ہے، وہ اس قسم کر نہیں سے بالاتر ہوتے ہیں۔ (لاحظہ ہو حاشیہ ۱۱۶، ۱۱۵)

عَلَى النَّاسِ وَيَكُونُ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي
كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَبَيَّعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقِلِبُ عَلَى عَقِبَيْهِ

گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ ہو۔ [۱۳۴] پہلے جس طرف تم رخ کرتے تھے، اس کو تو ہم نے صرف یہ دیکھنے کے لیے قبلہ مقرر کیا تھا کہ کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون النا پھر جاتا ہے۔ [۱۳۵]

[۱۳۳] یہ امت محمد ﷺ کی امامت کا اعلان ہے۔ ”ای طرح“ کا اشارہ دونوں طرف ہے: اللہ کی اس رہنمائی کی طرف بھی، جس سے محمد ﷺ کی پیروی قبول کرنے والوں کو سیدھی راہ معلوم ہوئی اور وہ ”امت وسط“ قرار دیے گئے، اور تحویل قبلہ کی طرف بھی جو دراصل یہ معنی رکھتا ہے کہ اللہ نے بنی اسرائیل کو دنیا کی پیشوائی کے منصب سے باضابطہ معزول کیا اور امت محمد یہ کو اس پر فائز کر دیا۔

”امت وسط“ کا لفظ اس قدر وسیع معنویت اپنے اندر رکھتا ہے کہ کسی دوسرے لفظ سے اس کے ترجیح کا حق ادا نہیں کیا جاسکتا۔ اس سے مراد ایک ایسا اعلیٰ اور اشرف گروہ ہے، جو عدل و انصاف اور تو سط کی روشن پر قائم ہو، جو دنیا کی قوموں کے درمیان صدر کی حیثیت رکھتا ہو، جس کا تعلق سب کے ساتھ یکساں حق اور راستی کا تعلق ہو اور حق، نار و تعلق کسی سے نہ ہو۔

پھر یہ جو فرمایا کہ تمہیں ”امت وسط“ اس لیے بنایا گیا ہے کہ ”تم لوگوں پر گواہ ہو“، تو اس سے مراد یہ ہے کہ آخرت میں جب پوری نوع انسانی کا کلخا حساب لیا جائے گا، اس وقت رسول ہمارے ذمہ دار نمائندے کی حیثیت سے تم پر گواہی دے گا کہ فرشحج اور عمل صالح اور نظام عدل کی جو تعلیم ہم نے اسے دی تھی، وہ اس نے تم کو بے کم و کاست پوری کی پہنچا دی اور عملاً اس کے مطابق کام کر کے دکھادیا۔ اس کے بعد رسول کے قائم مقام ہونے کی حیثیت سے تم کو عام انسانوں پر گواہ کی حیثیت سے اٹھنا ہوگا اور یہ شہادت دینی ہوگی کہ رسول نے جو کچھ تمہیں پہنچایا تھا، وہ تم نے انہیں پہنچانے میں، اور جو کچھ رسول نے تمہیں دکھایا تھا وہ تم نے انہیں دکھانے میں اپنی حد تک کوئی کوتاہی نہیں کی۔

اس طرح کسی شخص یا گروہ کا اس دنیا میں خدا کی طرف سے گواہی کے منصب پر مأمور ہوتا ہی درحقیقت اس کا امامت اور پیشوائی کے مقام پر سرفراز کیا جانا ہے۔ اس میں جہاں فضیلت اور سرفرازی ہے وہیں ذمہ داری کا بہت بڑا بار بھی ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ جس طرح رسول اللہ ﷺ اس امامت کے لیے خدا ترسی، راست روی، عدالت اور حق پرستی کی زندہ شہادت بنے، اسی طرح اس امامت کو بھی تمام دنیا کے لیے زندہ شہادت بننا چاہیے۔ پھر اس کے معنی یہ بھی ہیں کہ جس طرح خدا کی ہدایت ہم تک پہنچانے کے لیے رسول اللہ ﷺ کی ذمہ داری بڑی سخت تھی، حتیٰ کہ اگر وہ اس میں ذرا سی کوتاہی بھی کرتے تو خدا کے ہاں مانحوذ ہوتے، اسی طرح دنیا کے عام انسانوں تک اس ہدایت کو پہنچانے کی نہایت سخت ذمہ داری ہم پر عائد ہوتی ہے۔ اگر ہم نے اس میں کوئی کوتاہی کی تو کل بہت بڑی طرح پکڑے جائیں گے اور یہی امامت کا فخر ہمیں وہاں لے ڈوبے گا۔

[۱۳۵] یعنی اس سے مقصود یہ دیکھنا تھا کہ کون لوگ ہیں جو جاہلیت کے تعصبات اور خاک و خون کی غلامی میں مبتلا ہیں، اور کون ہیں جوان بندشوں سے آزاد ہو کر حقائق کا صحیح اور اک کرتے ہیں۔ ایک طرف اہل عرب اپنے وطنی و اسلامی فخر میں مبتلا تھے اور عرب کے کعبے کو چھوڑ کر باہر کے بیت المقدس کو قبلہ بنانا ان کی اس قوم پرستی کے بت پرناقابل برداشت ضرب تھا۔ دوسری طرف بنی اسرائیل اپنی نسل پرستی کے غور میں پھنسنے ہوئے تھے اور اپنے آبائی قبلے کے سوا کسی دوسرے قبیلے کو برداشت کرنا ان کے لیے محال تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ بت

وَإِنْ كَانَتْ لَكَبِيرَةً إِلَّا عَلَى الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ وَمَا كَانَ اللَّهُ
لِيُضِيقَ إِيمَانَكُمْ إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿١٣٣﴾ قَدْ نَرَى تَقْلُبَ
وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَثِّبَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَهَا فَوْلَ وَجْهَكَ شَطَرَ
الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُوا وَجْهَكُمْ شَطَرَهُ وَإِنَّ الَّذِينَ

یہ معاملہ تھا تو بڑا سخت، مگر ان لوگوں کے لیے کچھ بھی سخت نہ ثابت ہوا، جو اللہ کی ہدایت سے فیض یاب تھے۔ اللہ تمہارے اس ایمان کو ہرگز ضائع نہ کرے گا، یقین جانو کہ وہ لوگوں کے حق میں نہایت شفیق و رحیم ہے۔ اے نبی، یہ تمہارے منہ کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا ہم دیکھ رہے ہیں۔ لو، ہم اسی قبلے کی طرف تمہیں پھیرے دیتے ہیں، جسے تم پسند کرتے ہو۔ مسجد حرام کی طرف رخ پھیر دو۔ اب جہاں کہیں تم ہو، اسی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرو۔ [۱۳۳] یہ لوگ جنہیں

جن لوگوں کے دلوں میں بے ہوئے ہوں، وہ اس راستے پر کیسے چل سکتے تھے، جس کی طرف اللہ کا رسول انہیں بلا رہا تھا۔ اس لیے اللہ نے ان بت پرستوں کو سچے حق پرستوں سے الگ چھانٹ دینے کے لیے پہلے بیت المقدس کو قبلہ مقرر کیا تاکہ جو لوگ عربیت کے بت کی پرستش کرتے ہیں، وہ الگ ہو جائیں۔ پھر اس قبلے کو چھوڑ کر کعبے کو قبلہ بنایا تاکہ جو اسرائیلیت کے پرستار ہیں، وہ بھی الگ ہو جائیں۔ اس طرح صرف وہ لوگ رسول کے ساتھ رہ گئے، جو کسی بت کے پرستار نہ تھے، محض خدا کے پرستار تھے۔

[۱۳۶] یہ ہے وہ اصل حکم، جو تحویل قبلہ کے بارے میں دیا گیا تھا۔ یہ حکم رجب یا شعبان ۲ ہجری میں نازل ہوا۔ ابن سعد کی روایت ہے کہ نبی ﷺ بشر بن براء بن معروف کے ہاں دعوت پر گئے ہوئے تھے۔ وہاں ظہر کا وقت آ گیا اور آپ لوگوں کو نماز پڑھانے کھڑے ہوئے۔ دور کعینیں پڑھا چکے تھے کہ تیری رکعت میں یا کیا یک وحی کے ذریعے سے یہ آیت نازل ہوئی اور اسی وقت آپ اور آپ کی اقتداء میں جماعت کے تمام لوگ بیت المقدس سے کعبے کے رخ پھر گئے۔ اس کے بعد مدینہ اور اطراف مدینہ میں اس کی عام منادی کی گئی۔ براء بن عازب کہتے ہیں کہ ایک جگہ منادی کی آواز اس حالت میں پہنچی کہ لوگ رکوع میں تھے۔ حکم سنتے ہی سب کے سب اسی حالت میں کعبے کی طرف مڑ گئے۔

اور یہ جو فرمایا کہ ”ہم تمہارے منہ کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں“ اور یہ کہ ”ہم اسی قبلے کی طرف تمہیں پھیرے دیتے ہیں، جسے تم پسند کرتے ہو“، اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ تحویل قبلہ کا حکم آنے سے پہلے نبی ﷺ اس کے منتظر تھے۔ آپ خود یہ محسوس فرمار ہے تھے کہ نبی اسرائیل کی امامت کا دور ختم ہو چکا ہے اور اس کے ساتھ بیت المقدس کی مرکزیت بھی رخصت ہوئی۔ اب اصل مرکز ابراہیمی کی طرف رخ کرنے کا وقت آ گیا ہے۔

مسجد حرام کے معنی ہی حرمت اور عزت والی مسجد۔ اس سے مراد وہ عبادت گاہ ہے، جس کے وسط میں خانہ کعبہ واقع ہے۔

أُوتُوا الْكِتَبَ لَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا
يَعْمَلُونَ ۝ وَلَئِنْ أَتَيْتَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَبَ بِكُلِّ أَيَّةٍ مَا تَبِعُوا
قِبْلَتَكَ ۝ وَمَا أَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ
وَلَئِنْ أَتَبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ إِنَّكَ إِذَا
لَمْ يَنْ لَمْ يَنَ الظَّالِمِينَ ۝ الَّذِينَ أَتَيْنَاهُمُ الْكِتَبَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ
أَبْنَاءَهُمْ ۝ وَإِنَّ فِرِيقًا مِنْهُمْ لَيَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۝

کتاب دی گئی تھی، خوب جانتے ہیں کہ (تحویل قبلہ کا) یہ حکم ان کے رب ہی کی طرف سے ہے اور بحق ہے، مگر اس کے باوجود جو کچھ یہ کر رہے ہیں، اللہ اس سے غافل نہیں ہے۔ تم ان اہل کتاب کے پاس خواہ کوئی نشانی لے آؤ، ممکن نہیں کہ یہ تمہارے قبلے کی پیروی کرنے لگیں، اور نہ تمہارے لیے یہ ممکن ہے کہ ان کے قبلے کی پیروی کرو، اور ان میں سے کوئی گروہ بھی دوسرے کے قبلے کی پیروی کے لیے تیار نہیں ہے، اور اگر تم نے اس علم کے بعد، جو تمہارے پاس آچکا ہے، ان کی خواہشات کی پیروی کی، تو یقیناً تمہارا شمار طالموں میں ہو گا۔ [۱۳۷] جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے، وہ اس مقام کو (جسے قبلہ بنایا گیا ہے) ایسا پہچانتے ہیں، جیسا اپنی اولاد کو پہچانتے ہیں، مگر ان میں سے ایک گروہ جانتے ہو جھٹے حق کو چھپا رہا ہے۔

[۱۳۷] مطلب یہ ہے کہ قبلے کے متعلق جو جست و بحث یہ لوگ کرتے ہیں، اس کا فیصلہ نہ تو اس طرح ہو سکتا ہے کہ دلیل سے انہیں مطمئن کر دیا جائے، کیونکہ یہ تعصباً اور بہت دھرمی میں مبتلا ہیں اور کسی دلیل سے بھی اس قبلے کو چھوڑنہیں سکتے، جسے یہ اپنی گروہ بندی کے تعصبات کی بنابر پکڑے ہوئے ہیں۔ اور نہ اس کا فیصلہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ تم ان کے قبلے کو اختیار کرلو، کیونکہ ان کا کوئی ایک قبلہ نہیں ہے، جس پر یہ سارے گروہ متفق ہوں اور اسے اختیار کر لینے سے قبلے کا جھگڑا اچک جائے۔ پھر پیغمبر کی حیثیت سے تمہارا یہ کام ہے ہی نہیں کہ تم لوگوں کو راضی کرتے پھر و اور ان سے لین دین کے اصول پر مصالحت کیا کرو۔ تمہارا کام تو یہ ہے کہ جو علم ہم نے تمہیں دیا ہے، سب سے بے پرواہ کو صرف اسی پرخختی کے ساتھ قائم ہو جاؤ۔

[۱۳۸] یہ عرب کا محاورہ ہے۔ جس چیز کو آدمی یقینی طور پر جانتا ہو اور اس کے متعلق کسی قسم کا مشک و اشتباہ نہ رکھتا ہو، اسے یوں کہتے ہیں کہ وہ اس چیز کو ایسا پہچانتا ہے، جیسا اپنی اولاد کو پہچانتا ہے۔ یہود یوں اور عیسائیوں کے علماء حقيقة میں یہ بات اچھی طرح جانتے تھے کہ کعبے کو حضرت ابراہیم نے تعمیر کیا تھا اور اس کے عکس بیت المقدس اس کے ۱۳ سو برس بعد حضرت سلیمان کے ہاتھوں تعمیر ہوا۔ اس تاریخی واقعے میں ان کے لیے ذرہ برابر کسی اشتباہ کی گنجائش نہ تھی۔

الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُهَتَّرِينَ ﴿١٤﴾ وَلِكُلِّ وِجْهَةٍ هُوَ
 مُوْلَيْهَا فَاسْتِيقُوا الْخَيْرَاتِ أَيْنَ مَا تَكُونُوا يَا تِبْكُمُ اللَّهُ جَمِيعًا
 إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٥﴾ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ
 شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِذْ أَنْتَ لِلْحَقِّ مِنْ رَبِّكَ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا
 تَعْمَلُونَ ﴿١٦﴾ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ
 وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُوا وِجْهَكُمْ شَطْرًا لَا إِلَهَ إِلَّا يَكُونُ لِلَّنَّاسِ عَلَيْكُمْ
 حُجَّةٌ لَا إِلَّا إِذْ يُنَزَّلُ ظَلَمًا مِنْهُمْ فَلَا تَخْشُوهُمْ وَاحْشُوْنِي

قطعی ایک امر حق ہے تمہارے رب کی طرف سے، لہذا اس کے متعلق تم ہرگز کسی شک میں نہ پڑوئے
 ہر ایک کے لیے ایک رخ ہے، جس کی طرف وہ مرتا ہے۔ پس تم بھلائیوں کی طرف سبقت کرو۔ جہاں بھی
 تم ہو گے، اللہ تمہیں پالے گا۔ اس کی قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں۔

تمہارا گزر جس مقام سے بھی ہو، وہیں سے اپنا رخ (نماز کے وقت) مسجد حرام کی طرف پھیر دو، کیونکہ یہ
 تمہارے رب کا بالکل بحق فیصلہ ہے اور اللہ تم لوگوں کے اعمال سے بے خبر نہیں ہے۔ اور جہاں سے بھی تمہارا گزر ہو،
 اپنا رخ مسجد حرام ہی کی طرف پھیرا کرو، اور جہاں بھی تم ہو، اسی کی طرف مند کر کے نماز پڑھوتا کہ لوگوں کو تمہارے
 خلاف کوئی جنت [۱۵۰] نہ ملے۔ ہاں ان میں سے جو ظالم ہیں، ان کی زبان کسی حال میں بند نہ ہوگی۔ تو ان سے تم نہ
 ڈرو، بلکہ مجھ سے ڈرو،

[۱۴۹] مطلب یہ ہے کہ نماز جسے پڑھنی ہوگی، اسے بہر حال کسی نہ کسی سمت کی طرف تو رخ کرنا ہی ہوگا۔ مگر اصل چیزوں درخ نہیں
 ہے، جس طرف تم مرتے ہو، بلکہ اصل چیزوں بھلائیاں ہیں جنہیں حاصل کرنے کے لیے تم نماز پڑھتے ہو۔ لہذا سمت اور مقام کی بحث
 میں پڑنے کے بجائے تمہیں فکر بھلائیوں کے حصول ہی کی ہوئی چاہیے۔

[۱۵۰] یعنی ہمارے اس حکم کی پوری پابندی کرو۔ کبھی ایسا نہ ہو کہ تم میں سے کوئی شخص مقررہ سمت کے سوا کسی دوسری سمت کی
 طرف نماز پڑھتے دیکھا جائے۔ ورنہ تمہارے دشمنوں کو تم پر یہ اعتراض کرنے کا موقع مل جائے گا کہ کیا خوب امت وسط ہے، کیسے
 اچھے حق پرستی کے گواہ بنے ہیں، جو یہ بھی کہتے جاتے ہیں کہ یہ حکم ہمارے رب کی طرف سے آیا ہے اور پھر اس کی خلاف ورزی بھی
 کیے جاتے ہیں۔